بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

آہ! حضرت ناظم صاحب

حیف صد حیف کہ ۸-۹ مئی ۱۹۸۴ء مطابق ۶-۷ شعبان ۱۴۰۴ھ درمیانی شب کو ایک ایسے خادمِ دینِ متین نے ہم حرمان نصیبوں کو داغ جدائی دیا کہ جس کی زندگی کا دو تہائی حصہ گلشن علوم نبوت دارالعلوم حقانیہ کی آبیاری اور اس چمنستانِ قرآن وسنت کی آرائش وزیبائش میں صرف ہوا، دارالعلوم کے تقریباً ۴۰ سالہ زندگی کے ہزاروں فضلاء اور طلباء کی آرام وراحت تعلیم وتربیت اور خدمت میں جن کے جسم کا رواں رواں مصروف لیل ونہار رہا، اور جو اس شجرِ طوبیٰ کے اوّلین مالی اور اس کارگاہ علم وفضل کے اساسی ناظم تھے۔

خادمِ علم ودین ناظم اعلیٰ دارالعلوم حضرت مولانا الحاج سلطان محمود صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ان فضائل و کمالات کا دارالعلوم سے معمولی تعلق رکھنے والا ہر ہر فرد بھی نہ صرف معترف رہے گا بلکہ انشاء اللہ یوم الاشہاد میں بارگاہِ احکم الحاکمین میں شہادت سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ کہ اے اللہ تیرے اس زار ونزار نحیف و ناتواں بندہ نے تیرے دین کے اس خادم ادارہ کی تعمیر وترقی میں زندگی کی ساری قوتیں اور توانائیاں بے دریغ لٹا دیں۔ تیری رحمت لامتناہی سے کیا بعید ہے کہ اس "شہید دارالعلوم" کو آج شہداء وصدیقین کے لئے مخصوص انعامات سے نوازا جائے۔

مولانا سلطان محمود صاحب کی عمر تقریباً ساٹھ برس تھی وہ اکوڑہ خٹک کے ایک مضافاتی گاؤں منلکی ؔ کے ایک غیر معروف گمنام اور غریب گھرانے میں پیدا ہوئے جو دینی علوم سے وابستہ نہیں تھا۔ مگر اللہ نے آگے چل کر ان سے علوم دینیہ کی خدمت لینا تھی تو اللہ نے انہیں تحصیل علم میں لگا دیا۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے مختلف علماء سے حاصل کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے تدریس دیوبند سے قبل بھی انہیں ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا تقسیم سے دو سال قبل ہندوستان جاکر مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ وہاں شرح جامی مختصر المعانی ہدایہ اولین مقامات ؔسلم، ملاحسن وغیرہ پڑھیں اور سالانہ امتحانات دیئے۔ اس دوران دیگر اکابر اساتذہ کے علاوہ اس وقت کے صدر المدرسین شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ سے ملاحسن پڑھنے کی سعادت بھی پائی۔

تعطیل رمضان میں گھر آئے تو ملک تقسیم ہوگیا۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور ایسے وابستہ ہوئے کہ حیاتِ مستعار کی دمِ آخرین تک انہی کے ہو کر رہ گئے۔ ادھر دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے گنے چنے اولین طلبہ میں شامل تھے ان سالوں میں دورۂ حدیث کے علاوہ مشکوٰۃ شریف ہدایہ اخیرین وغیرہ بھی حضرت مدظلہ خود ہی پڑھاتے تھے تو پہلے سال موقوف علیہ کتابیں بھی حضرت ہی سے پڑھیں۔ دوسرے سال ۱۳۶۸ھ میں پورا دورۂ حدیث شریف بھی حضرت سے پڑھ لیا، بعد فراغت تکمیل علم کے شوق میں بیضاوی شریف تلویح توضیح میں داخلہ لیا، اساتذہ وعملہ سے متعلق فائلوں میں جسے وہ خود مرتب کرتے تھے۔ اپنے متعلق فائل ۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مہینہ ڈیڑھ بعد حضرت الشیخ مدظلہم العالی نے ازراہِ شفقت وکرم نوازی دارالعلوم کے دفتر میں خدمت کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ۱۳۶۸ھ کے آخر میں ناظم دفتر اہتمام کی حیثیت سے مبلغ آٹھ روپے مشاہرہ پر تقرر ہوا۔"

یہاں سے خدمت دارالعلوم کا دور شروع ہوا جو ابتدائی دور تھا اور ہر لحاظ سے بے سروسامانی کا عالم دو چار کاپیوں پر مشتمل چھوٹا سا بستہ دارالعلوم کے حساب کتاب اور انتظامی امور کا سارا ریکارڈ تھا جسے ناظم صاحب بغل میں لئے پھرتے تھے اور فارغ ہو جاتا تو مسجد قدیم کے ایک بوسیدہ طاقچہ میں رکھ دیتے۔ اکاؤنٹ اور آڈٹ ان کا فن نہیں تھا مگر قدرت نے کام لینا تھا۔ تو از خود حساب کتاب کے ایسے طریقے اور گُر نکالتے رہے کہ آڈٹ والے بھی دیکھ کر حیران رہ جاتے رفتہ رفتہ وہ ملکہ حاصل ہوا کہ بڑے بڑے گوشواروں پر ایک نظر ڈالنی کافی ہو جاتی اور جمع تفریق کر لیتے۔ اس بیماری کے آغاز میں دماغی امراض کے ایک دو ڈاکٹروں کو دکھاتے ہوئے میں نے ان کے اس وصف کا ذکر کیا تو انہوں نے تشخیص مرض کے طور پر لمبے چوڑے اعداد وشمار پر مبنی سوالات کئے اور فی البدیہ جواب سن کر یہ کہتے ہوئے دنگ رہ گئے کہ واقعی یہ تو کمپیوٹر ہیں۔ دارالعلوم کے لاکھوں روپے کا نہایت باضابطہ اور صاف ستھرا حساب کتاب رکھنے میں ان کا اہم اور نمایاں وصف دیانت اور امانت تھا، جسے ایمانی زندگی کی روح کہنا چاہیئے۔ گویا وہ مجسمہ دیانت اور پیکر امانت تھے۔ چالیس سال کے ان لمبے چوڑے حسابات میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ایک حبہ یا ایک پائی بھی دانستہ ان سے ضائع ہوئی ہو۔ وہ تمام مصارف اور بلوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ اور جب قویٰ مضبوط تھے تو راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دارالعلوم کے احاطوں میں گھومتے کہ کہیں بے جا بلب یا پنکھا تو نہیں چل رہا یا کوئی اور چیز غلط مصرف میں خرچ نہ ہو اس لحاظ سے وہ طلبہ میں سخت گیر سمجھے جاتے تھے، وہ طلباء کی حرکات وسکنات پر کڑی نگاہ رکھتے، کوئی نامناسب بات دیکھتے تو سرزنش کرتے۔ یہ نہ ہو سکتا تو دل ہی دل میں کڑھتے اور بہت حساس

ہونے کی وجہ سے تڑپتے ہوئے دکھائی دیتے، تیسرا نمایاں وصف ان کی تواضع اور انکساری تھی وہ ایک مستند عالم اور ایک عظیم ادارہ کے ناظم اعلیٰ تھے بیشمار طلبہ اور فضلاء کے منظورِ نظر بننے کے باوجود کسی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کیلئے بھی خود دوڑتے، ضرورت پڑتی تو دفتر میں اپنی سیٹ چھوڑ کر مہمانوں کے سامنے برتن رکھتے اٹھاتے اور موقعہ ملتا تو ہاتھ دُھلواتے میں بھی سبقت لے جاتے۔ کہیں بھی کسی خدمت کی ضرورت پڑتی اور کوئی نہ ملتا تو خود کمر باندھ لیتے، ابتدائی دور میں تو مجھے خوب یاد ہے کہ گاؤں سے دو تین میل پیدل پہنچتے ہی بازار سے مطبخ کا سودا سلف کا ٹوکرا سر پر اٹھائے ہوئے گھر کے دروازہ پر دستک میں لگے رہتے (کہ اولین سالوں میں طلبہ کیلئے ہمارے گھر ہی میں کھانا پکانے کا نظم تھا۔) یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ وہ دارالعلوم میں اپنی ذات کو فنا کر چکے تھے اور ان کے رگ و ریشہ میں دارالعلوم ہی رچا بسا تھا شاید اللہ تعالیٰ کو اسی وجہ سے ان کا لاولد رہنا منظور تھا کہ دنیا کے سارے علائق سے الگ تھلگ رہ کر اس مہمان خانۂ علومِ نبوت علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ کے بناؤ سنگھار میں مصروف رہیں۔

انہیں اس بات کا افسوس رہتا کہ خود دینی علوم کے درس و تدریس سے محروم رہے۔ مگر یہ اطمینان تھا کہ ان کی ساری جسمانی اور ذہنی توانائیاں مدرسین، علماء و مبلغین کی خدمت میں خرچ ہو رہی ہیں آج کون کہہ سکتا ہے۔ کہ دارالعلوم کے تین ساڑھے تین ہزار فضلاء کی ہمہ گیر دینی خدمت میں ناظم صاحب مرحوم کا حصہ نہیں ہوگا۔ یہ سب کچھ ان شاء اللہ ان کے نامۂ حسنات میں بھی شامل ہوگا۔

مرحوم ناظم صاحب بڑے انتظامی امور کے ناظم اور حسابات کے منشی نہیں تھے بلکہ اس خشک مشغلہ کے باوجود دلِ پُرسوز رکھتے تھے، عبادات میں شب و روز منہمک، زہد و تقویٰ کا ایک نمونہ تھے، وہ نیکیوں کے کسی میدان میں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہتے تھے۔ گرمی اور دن بھر کی تھکاوٹ کے باوجود رمضان کی راتیں شب خیزی میں گذرتیں، پچھلے رمضان میں بھی آخری رات تک کہیں نہ کہیں ختم تراویح کا معلوم کر کے پہنچتے اور قیام اللیل کی سعادت پاتے۔ کہیں کسی مردِ کامل کی صحبت میسّر آتی تو اسے غنیمتِ عظمیٰ سمجھ کر اس کے قدموں کی خاک بننے کی کوشش کرتے قیامِ حرمین کے دو چار ماہ کا موقع ملا تو شیخ مدینہ طیبہ مولانا عبدالغفور عباسی قدس سرہٗ کے دامنِ فیض سے وابستہ رہے۔ ان کے مہمانوں کے مطبخ اور کمروں کی صفائی وغیرہ کا ایسا ذمہ لیا کہ آخر تک شیخ مدینہ انہیں پیار و محبت اور دعاؤں سے یاد کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے تو وہ دست و بازو تھے اور کتنے عظیم امور اور ذمہ داریاں ہوتیں جنہیں وہ ناتواں کاندھوں پر اٹھائے ہوئے حضرت مدظلہٗ کا سہارا بنے رہتے۔

مگر دنیا فانی ہے ، دین کا کام کسی فردِ واحد سے اللہ نے وابستہ نہیں رکھا ، اللہ کو اتنی ہی خدمت لینی منظور تھی گذشتہ عیدالاضحیٰ کو حسبِ معمول حضرت مدظلہٗ اور ان کے خدام و اراکین کو عیدگاہ سے واپسی پر اپنے گھر میں " دعوتِ شیراز " پیش کی ، دوسرے دن بھی طلبہ کی قربانیوں اور گوشت وغیرہ کا انتظام خود کیا۔ تیسرے دن صاحبِ فراش ہوگئے ۔ دماغی ضعف ، دورانِ سر وغیرہ کا عارضہ بڑھتا گیا ۔ طب جدید و قدیم دونوں قسم کے معالجوں کا علاج ہوتا رہا مگر وہ گرتے چلے گئے ۔ یہاں تک کہ ہوش و حواس بھی جواب دینے لگے ۔ ۱۴/ اپریل کو اسلام آباد جاتے ہوئے انہیں گاڑی میں ساتھ لے گیا ۔ ایک دو ممتاز ڈاکٹروں نے دیکھا اور مشورہ دیا کہ لاہور کسی دماغی امراض کے ماہر کے پاس لے جانا بہتر رہے گا ۔ چنانچہ لاہور لے جائے گئے جہاں کے جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر بشیر احمد جو مشہور نیورو سرجن ہیں نے اپریشن کیلئے داخل کیا ، ان کا خیال تھا کہ دماغ میں رسولی ہے ، ٹیسٹ اور ایکسروں نے ان کے خیال کی تائید کی ۔ چند دن بعد سر کا اپریشن ہوا آخر تک انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھے گئے ۔ ہوش آنے پر ڈاکٹر بے حد مطمئن تھے کہ جلد شفایاب ہوں گے ۔ مگر اللہ کو منظور تھا کہ یہ تھکا ماندہ زار و نزار بندہ اب ابدی راحتوں سے ہمکنار ہوجائے رات کو پونے ایک بجے روح پرواز کر گئی ۔ صبح ایمبولینس کے ذریعہ لاش لاہور سے روانہ ہو گئی ، ہمیں دس بجے یہ وحشتناک اطلاع ملی ، تجہیز و تکفین اور تدفین کا انتظام شروع کر دیا گیا ۔ دورۂ حدیث کے امتحانات کا آخری دن تھا ، باقی اکثر طلبہ بوجہ تعطیل چلے گئے تھے ، جہاں جہاں ممکن تھا اطلاع دے دی گئی ریڈیو اور ٹی وی نے بھی اعلان کرنے میں تعاون کیا ۔ بعد از نمازِ عصر گھر سے جنازہ اٹھا کر پہلے دارالعلوم کے صحن میں رکھا گیا ۔ کثرتِ ہجوم سے صحن کی وسعتیں تنگ ہو گئی تھیں ۔ اور ایک جھلک دیکھنے درسگاہوں کی چھتوں پر بھی ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے تھے ۔ دیدارِ عام کے بعد دارالعلوم سے ملحق عیدگاہ شہر میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے جنازہ پڑھایا ، دور دراز اور اطراف و اکناف کے ہزاروں علماء ، صلحاء ، مہتممین و اساتذۂ مدارسِ عربیہ اپنے اس عظیم خادم کے جنازہ میں شریک تھے ۔

ناظم صاحب کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی کہ دارالعلوم کے لئے ایک مخصوص الگ قبرستان ہو ۔ بڑی سوچ اور تلاش کے بعد میری نگاہِ انتخاب موجودہ خطہ پر ٹھہر گئی ، ناظم صاحب کو معلوم ہوا تو خوشی سے اچھل پڑے اور نہایت اطمینان کا اظہار کیا اور بار بار کہتے " مولانا کہیں ہمیں بھول نہ جائیں ہمارا حصہ بھی اس میں رکھنا ہے ۔ " کسے معلوم تھا کہ وہ اس خطہ صالحین کے پہلے مہمان اور اس بقعۂ خیر کے اولین دفین ہوں گے ۔ ناظم صاحب مقبرہ دارالعلوم کے اس خطہ میں سپردِ خاک کئے گئے ، سرہانے عیدگاہ کی دیوار ، پائینتی دارالحفظ والتجوید جو شب و روز قرآن کے زمزموں سے گونجتا رہتا ہے ۔ اور دائیں طرف بجانب قبلہ ، جسدِ مبارک سے متصل

عیدگاہ کی سیڑھیاں جو اللہ کے سامنے سربسجود ہونے والے ہزاروں نمازیوں کی گذرگاہ بنتی ہیں۔ بائیں جانب خالی حصہ میں خدا جانے کن کن ارواحِ صالحین اور عباد مقربین کی ابدی آرام گاہیں بنیں گی۔ رجالٌ صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر۔ وہ دارالعلوم کے تھے اور اپنی خاکِ پاک بھی خاکِ دارالعلوم میں فنا کر گئے۔ جگرؔ نے ایسے ہی موقع کے لئے کہا ہوگا ؎

جان ہی دے دی جگرؔ نے آج پائے یار پر

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

قبر تیار ہوگئی تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو سہارا دے کر سرہانے پشتۂ دیوارِ عیدگاہ پر بٹھا دیا گیا۔ سامنے غمزدگان کا ہجوم تھا۔ حضرت شیخ مدظلہ نے اپنے اس جان نثار خادم کے بارہ میں گلوگیر آواز میں فرمایا :

" مولانا سلطان محمود ہمارے اچھے رفیق، اچھے ساتھی اور بہت دیانتدار تھے۔ آج جو آپ کو دارالعلوم کے وسیع شعبہ جات اور خدمات نظر آتے ہیں، اور بہت سے امور میں جو حضرت ناظم صاحب اور ان کے رفقاء کے خلوص، للہیت، تقویٰ، دیانت اور امانت کی برکتیں ہیں۔ دارالعلوم کو صرف علاقہ سے نہیں سارے ملک اور ملت سے واسطہ رہتا ہے اور رکھنا پڑتا ہے۔ ناظم صاحب نے یہ واسطہ بڑے احسن طریقہ سے نبھایا۔ مرحوم کی وفات ہمارے لئے دارالعلوم حقانیہ، اساتذہ، طلبہ اور تمام وابستگان کیلئے ایک بہت بڑی مصیبت ہے، اللہ پاک اس کے بدلے صبر اور صابرین کا اجر عطا فرمادے۔ دینی مدارس کا تو اللہ محافظ ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ خدا تعالیٰ جس سے چاہتا ہے دین کی خدمت لے لیتا ہے ہمارے ناظم صاحب سے خدا نے دین کی خدمت لے لی، بڑے خوش نصیب تھے جن کو خدا نے اتنی عظیم خدمت کیلئے چن لیا تھا، ناظم صاحب کی خوبیاں، کمالات اور خدمات ہمارے بیان سے باہر ہیں۔ بہر حال کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ ہم اللہ تعالیٰ کے امر پر راضی ہیں اور صابر ہیں۔ آپ سب کو خدا کے امر پر راضی رہنا چاہئے۔ دارالعلوم کی ہمہ گیر دینی خدمات یہ سب حضرت ناظم صاحب کیلئے صدقۂ جاریہ ہیں مرحوم نے دارالعلوم کی بڑی خدمت کی، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ناظم صاحب سے راضی ہوجائے اور انکی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنادے۔ آمین۔"

سورج غروب ہو رہا تھا کہ ہم حرماں نصیب، علم و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاص و ایثار کے اس پیکر اور آسمانِ دارالعلوم کے اس آفتاب و ماہتاب کو سپردِ خاک کر گئے۔ فرحمهٗ الله ورضی عنه وارضاه

سمیع الحق

۲۹ شعبان ۱۴۰۴ھ